ڈاکٹر نجم‌الاسلام :

کلیات شایق

میر علام حسین شایق ابن فتح علی‌الرضوی الجایسی تیرھویں صدی ھجری کے ابتدائی نصف کا فارسی شاعر ھے جس کی شاعرانہ سرگرمیوں کی مدت ۱۲۰۹ھ سے لیکر ۱۲۳۶ھ تک تو یقیناً رھی کیونکہ اس مدت کے قطعات تاریخ اس کے غیر مطبوعہ دیوان یا کلیات میں موجود ھیں، اور ممکن ھے کہ اس کی شاعرانہ سرگرمیاں ۱۲۰۹ھ سے قبل اور ۱۲۳۶ھ کے بعد تک رھی ھوں۔

شایق کا، ایک سو تیرہ اوراق کا ایک فارسی دیوان، موسومہ کلیات شایق (قلمی) انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ھے جس کی عکسی نقل پیش نظر ھے۔

قصائد، مثنوی، غزلیات، رباعیات اور قطعات تہنیت کے علاوہ اس میں متدد قطعات تاریخ بھی شامل ھیں اور ان میں میرزا جان طپش تلمیذ درد کا قطعۂ تاریخ وفات بھی ھے جس کی وجہ سے اس اس دیوان کی طرف راقم کی توجہ ھوئی۔ ابھی تک اس دیوان سے استفادہ نہیں کیا گیا ھے۔ اس پر ایک تعارفی مضمون کا جواز نکلتا ھے۔ چنانچہ ذیل میں دیوان اور صاحبِ دیوان کا تعارف پیش کیا جاتا ھے۔

(۱)

شایق کا ذکر شعراء کے تذکروں یا ضمنی تذکروں میں نہیں ملتا۔ یا یوں کہنا چاھیے کہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا۔ البتہ وہ

اپنے کلام میں جگہ جگہ شخصی حوالے لاتا ہے، جن کی مدد سے اس قدر معلومات ہمدست ہوتی ہیں کہ وہ قصبہ جالیس (من مضافات لکھنؤ) کا رہنے والا ہے۔ تلاشِ معاش میں وہ لکھنؤ پہنچتا ہے، پھر وطن سے نکل کر بنگال اور دکن کی خاک چھانتا ہے، آخر میں ڈھاکہ پہنچتا ہے اور قیاساً وفات وہیں پائی۔

غازی الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ کی مدح سرائی وہ اپنی ایک مثنوی کے ذیل میں کرتا ہے، اور ایک غزل میں بھی۔ دکن پہنچ کر مرہٹہ سردار رگھوجی بھونسلہ سینا دوم والیٔ ناگپور (برار) کی مدح میں قصیدۂ فتح ھوشنگ آباد گذرانتا ہے۔ ناگپور، مرشد آباد، لکھنؤ، ڈھاکہ کے معززین کی وفات کے قطعات تاریخ کہتا ہے۔ آرزوے وطن اسے بےتاب رکھتی ہے۔ مگر ایک مرتبہ وطن سے نکل کر واپس جانا نصیب نہیں ہوتا۔ پیری کے زمانے کا بکثرت کلام اس کے دیوان میں موجود ہے۔ غریبی کا غم، غریب الوطنی کا غم، بےیاد حق عمر گذرنے کا غم، تیرہ روزی، حب علی رض، بتانِ ہندی کی بے وفائی، عشق زنان بازاری، محافل موسیقی میں اس کے کلام کی مقبولیت، سیر گلشن کا غیر معمولی شوق --- یہ سب مضامین اس کے کلام میں بکثرت آئے ہیں، اس طرح کہ ان میں بھرپور شخصی رنگ جھلکتا ہے۔

نام کی صراحت، نسبتی ناموں کے ساتھ کئی جگہ دیوان میں آتی ہے:

۱۔ قصاید کے خاتمے پر: "تمت قصاید میر غلام حسین شایق ابن سید فتح علی الرضوی الجایسی عفی اللہ عنہما بمحمدن العربی القریشی و آلہ الہاشمی علیہ و علیہم الصلواۃ و التسلیم من اللہ الملک العلیم" (۱۷/ب)۔

۲- مثنوی کے خاتمے پر: "قد تمت میر غلام حسین شایق ابن سید فتح علی الرضوی الجایسی عفی اللہ عنہا بمحمدن القریشی الہاشمی" (۳۵/ب)

۳- غزلیات کے خاتمے پر: "قد تمت غزلیات میر غلام حسین شایق ابن سید فتح علی الرضوی الجایسی عفی اللہ عنہا بمحمد العربی و آلہ الامجاد الارشاد الہاشمی القریشی" (۹۹/الف)

۴- کلیات کے خاتمے پر: "تمت کلیات میر غلام حسین شایق ابن سید فتح علی الجایسی عفی اللہ عنہا" (۱۱۳/ب)

ان عبارات کے خاتمے میں ایک اشارہ یہ بھی موجود ہے کہ کلیات خود شاعر کا اپنا مرتب کردہ ہے کیوں کہ دوران عبارات وہ اپنے لیے اور اپنے والد کے لیے دعاے عفو (عفی اللہ عنہا) لاتا ہے۔

اب کلام سے وہ اشعار اقتباس کیے جاتے ہیں جن سے شایق کے حالات پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) مثنوی کے سبب تالیف کی ذیل میں وہ اپنے بیٹے کا نام عبدالحسین بتاتا ہے۔ یہ مثنوی جو حکایات نصیحت پر مشتمل ہے اسی کی تعلیم و تربیت کے لیے کہی ہے۔

ولے از پئے خاطر نور عین کہ باشد مسمیٰ بعبد الحسین

(۲) حب علی کرم اللہ وجہہ: قصیدہ حمد اور قصیدہ نعت کے بعد، چھے قصائد منقبتیہ کلیات میں شامل ہیں، ان کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں بھی حمد و نعت کے بعد منقبتیہ مضامین آتے ہیں جن کا آغاز یوں ہوتا ہے:

وصی نبی والیٔ مومنین ہم از علی تا بمہدیٔ دین

غزلیات میں بھی بکثرت یہ مضمون آتا ہے:

ندارم هیچ اعمالے کہ در روز جزا شایق
شفیع خویش گردانم بجز حب علی اعلیٰ (۲۷/الف)

در روز جزا شایقت اے مہدیٔ هادی
با حب تو خواهد ز خدا باغ جنان را (۳۰/الف)

قایم آل عبا مشکل شایق کشا
اے کہ توی پیشوا صاحب انجیل را (۳۹/الف)

شایق بحب ساقیٔ کوثر بروز حشر
هنگام تشنگی چو تمنا کند شراب (۴۰/ب)

شایق چہ غم ز عصیاں در روز حشر ما را
حب علی نماید از بہر من شفاعت (۴۶/الف)

گو چرخ ندارد سر بہبودیٔ شایق
دارم چو بدل حب علی دولتم این است (۴۷/الف)

چوں فرو مانم بعصیاں های خود روز جزا
حب حیدر گویدم من بہر غفران توام (۸۶/ب)

گر ز پا آفتم بہ محشر خوش بر آرم نعرۂ
یا علی دستے کہ من مستے ز مستان توام "

شایقت سر کے فرو آرد بہ پیش خسروے
بندۂ حلقہ بگوش و رو بفرمان توام "

شایقا بس بودم حبِّ علی
کہ بدل باشد و بیرون نہ برم "

چشم بہبودی چو دارم شایق از شاه نجف
انتظار فیض و جود شاه مرداں میکشم (۸۷/الف)

یا علی مشکل کشایٔ پنجۂ خیبر کشا
عقدۂ کار مرا هم می کشودی کا شکے (۹۵/ب)

بود شایق از دستِ ساقیٔ کوثر
تمنائے حاجات و مشکل کشائ (۹۵/ب)

ایک رباعی میں فریاد کناں کہتا ہے :

خواہم کہ کنم شکایتِ چرخِ بریں
در پیش امام ناس و شاہنشہ دیں
بس بے سروپا نمودہ ایں سفلہ مرا
ناحق بہ منِ شکستہ دارد سرِ کیں (۱۰۲/ب)

اسی طرح ایک اور رباعی میں کہتا ہے :

اعدا چو سر جدل بر آرند چہ غم احباب اگر سرم گذارند چہ غم
در حشر بود چو دستگیرم حیدر ز اعمال بدم چو سخت دارند چہ غم
(۱۰۰/ب)

زیارت نجف و کربلا و مشہد کی تمنا بھی اس نے کئی مواقع پر نظم کی ہے۔ قطعات میں کہتا ہے :

خوشا دمے کہ مسافر شوم براہ نجف
پئے زیارت پر نور بارگاہ نجف
رسیدم بعتبۂ والاش و کام دل گیر
شکایتے کنم از چرخ پیش شاہ نجف (۱۰۳/ب)

جاں بہ تن تا کے آشنا باشد با غم و درد مبتلا باشد
بگذرد زیں جہاں کہ می خواہم خاک من خاک کربلا باشد
(۱۰۳/الف)

مشہد شاہ خراسان در طوس من بہ ہند آہ چہ سازم افسوس
اے خوش آندم کہ بطوفش کردم ہمچو پروانہ بگردِ فانوس
(۱۰۳/الف)

اشعار غزلیات میں بھی یہ تمنا آتی ہے:

شایقا رخت کش از هند بصحرائے نجف
خواهشِ طوفِ حریمِ شہ مرداں کشدم (۸/الف)

مطلبِ شایق ز شہ کربلا
عفوِ گنہ شد بطوافِ ضریح (۵۳/الف)

غرض کہ اپنے دینی خیالات و عقائد اس نے بکثرت نظم کیے ہیں، اور اس کے اول مرشد آباد اور آخر عمر میں ڈھاکہ پہنچنے میں اس رجحان کو بھی دخل رہا ہوگا۔ تاہم اس کا کلیات تبرّا سے مبرّا ہے اور کلام میں جو کچھ دینی جوش ہے وہ حب علی میں ہے۔

(۲) اپنی غریب الوطنی کا ذکر اس نے اپنے کلام میں جابجا بڑے کرب کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

شایق کمر ز بهرِ تلاشِ معاش بست
دل در سفر نهاده چو حب وطن کجا (۳۷/ب)

ذوق سفر شد چو ز دل شایقا
دیدنِ خاکِ وطنم آرزو ست (۴۹/ب)

بہ هوائے سفرے حبِ وطن
شایق از دل چو ربودیم عبث (۵۰/الف)

کرد آواره ز خاکِ وطنم باز هوس
گشت غارت گر جانم بتگ و تاز هوس (۶۴/ب)

حیف است کہ در تلاش دنیا
شایق کند از وطن فراموش (۶۵/ب)

دور از وطن فتاده چو در مانده و غریب
باید بحال شایق حیران خورم دریغ (۴۷/ب)

چون جدا افتادم از خاکِ وطن
صحبتِ یار و عزیزاں رفت حیف (۴۷/ب)

عمرے گذشت و دردا، روےوطن ندیدم
پا در سفر فشاندن چندان نبود لایق (۷۶/ب)

علتے نبود دگر جز بے زری و مفلسی
کیں همہ دوری ز خویشاں و عزیزاں میکشم (۸۷/الف)

دورم افگندہ ست بے برگےچو از خاک وطن
درد بر جان و الم بر دل ز هجران میکشم (۸۷/الف)

ایک پوری غزل اسی مضمون کی ھے اور اس میں وہ غریب الوطن ھوکر بنگالہ و دکن پہنچنے کا ذکر بھی کرتا ھے، مگر وهاں بھی فلک سفلہ کا شاکی رهتا ھے:

گشتم آوارہ بصد رنج و محن   دورم افتادہ ز شهر و ز وطن
میکشد گردش ایام مرا   گہہ بہ بنگالہ و گاھے بدکن
می نگردد بکام دل را   داد بیداد ازیں چرخِ کہن
زهر ریزد بگلوے دانا   سفلہ را شکشر و حلوا بدهن
بهر آرایشِ هر بے هنرے   تاج بر سر کند و حلہ بہ تن
شایقا زیں فلک سفلہ و دوں   شکوۂ گر کنم اے واے بہ من

(۳) بے زری و بد حالی کا شکوہ اور افسردہ خاطری بھی اس کے کلام میں بہت ھے:

دستاں سراے عشق چہ حوش بودم و کنون
افسردہ خاطرم سر و ذوقِ کجا

نالیدنم ز جورِ فلک کے بود روا
زیبد کلام تلخ ز شیرین دهن کجا (۳۷/ب)

مفلس بیچاره کو بے سیم و زر در مانده است
خوانِ پر غم از برائے میہمان بیند بخواب (۳۱/الف)

آرام کجا شایقِ غم دیدۂ ما را
گو سینۂ او گشته پر از دُر ثمین کاخ (۵۳/ب)

شایق کنوں که باکف خالی نشسته است
گنجِ کلام خویش بیاران نشان دهد (۵۵/الف)

شایق منال زیں فلک سفله دون پرست
هرگز مگو که جان و دلم را الیم کرد (۵۸/الف)

چشمِ طمع از فلکِ دون مدار
در غمِ دنیا دلِ پُر خون مدار (۵۸/الف)

خواهش بهبودی خود زینهار
از بر این سفلهٔ گردون مدار (۵۸/الف)

باش تو با سرکۂ خود شادمان
در پئے حلوا دلِ محزوں مدار (۶۱/الف)

افسردگی دهد غمِ تنهائیم مرا
گو هم نفس کنم نفسے غمگسار خویش

تدبیرها چه سود چو تقدیر شد خلاف
بگذاشتم بدست قضا کاروبار خویش (۶۵/ب)

چرخ کج رو را به من باشد سلوک
چوں بد شمن دشمنے دارد سلوک (۷۸/ب)

ز دست فلک چوں بر آیم بچنگ
که بس کینه دارد چو چشم پلنگ (۷۹/الف)

جز غم و درد و الم آه ندارم بدل
بس که ز جور فلک سینه فگارم بدل (۸۲/ب)

تیره چو شد روزگار بر من مسکین غریب
خوں بجگر شد مداد تا کہ نگارم بدل (۸۲/ب)

نافرم شایق ز ابنائے زماں
دم چو از عزلت گزیناں میزنم (۸۳/ب)

خانۂ سینہ ام تمام ، وقف الم نموده اند
اے دل ناز پرورم، جائے تو کو کجا دهم (")

یار و رفیق و اقربا ، کوس رحیل را زدند
گوش بصوتِ الفراق، آه کجا کجا دهم (۸۴/ب)

کس را نیا فتم کہ بدردم شود شریک
دیوانہ وار بیکس و تنہا گریستم (۸۵/ب)

عاجزم عاجز شہا از دست بردِ روز گار
رحم کن رحمے کہ از خیل گدایانِ توام (۸۶/ب)

محنت و دردے کہ من از روز گاراں میکشم
خجلت از دستِ تہی درپیش یاراں میکشم (۸۷/الف)

زیبدم ترک بزم دوستداراں میکنم
بے سر و سامانم و یارا بدا ماں میکشم (")

علتے نبود دگر جز بے زری و مفلصی
کیں ہمہ دوری ز خویشان و عزیزاں میکشم (")

بے مہریٔ گردونم باغم ز بس آلوده
آید ز برم هردم باخوں نفس آلوده (۹۴/الف)

ایک مکمل غزل ، جس میں غازی الدین حیدروالیٔ لکھنؤ سے استمداد کی گئی ھے ، اور جس کا زمانہ ۱۲۲۹ھ اور ۱۲۳۴ھ کے مابین ھونا چاھیے (اس میں غازی الدین حیدر کو بادشاہ نہیں کہا

گیا ہے۔ وہ ۱۲۲۹ھ میں مسند نشین ہوئے تھے اور ۱۲۳۳ھ میں اعلان بادشاہی کیا تھا) اس دور میں شایق کی پریشان حالی کی مظہر ہے :

ہندوے چرخ چو ترکاں بستیزم نازد
هردم از بہر شکستم علم افرازد
خواهم ار با دل جمعے کہ دمے آسایم
سنگ غرا بسر شیشۂ دل اندازد
ور شورم در پیۓ درماں کہ برد تلخی کام
شہد را سم کند آنکہ بگلویم سازد
الغرض بہر پریشانیٔ من شعبدہ ها
کہ بہر لحظہ ز نیرنگی خود می نازد
غافل از داد رس بیخ کن ظلم و جفا
صاحب عدل کہ دوراں بوجودش نازد
یعنی آں بحر عطا غازی دین حیدر
کہ بہ ذی علم بلطف و بکرم پردازد
هم بحال من بیچارہ و خستہ شایق
گوشۂ چشم تلطف کند و بنوازد (۵۰/ب)

(۵) رندی اور آزاد روی بھی اس کے مزاج میں کچھ نہ کچھ دخیل ضرور ہے۔ اپنے کلام میں وہ خاصا رند مشرب نظر آتا ہے، چنانچہ کہتا ہے :

چشم بتان ہند رہ هوش می زنند
نوعے کہ تف بنرگس شہلا کند شراب (۲۰/ب)
در محفل یاراں کہ شوی شمع شبستان
اندیشہ چہ شب باشد و پیدا نشود صبح (۵۲/ب)

شوخِ دل آرام جوانِ ملیح
با رخِ عذرا لب و لعلِ مسیح (۲۵/ب)

شوخم بیک نظر دلِ تقوی دو نیم کرد
زاهد ببین چہ بر دلِ صیدِ حریم کرد (۵۰/الف)

دی بہ نگاھے ز سرم پردہ ہوش
مغبچۂ عشوہ گرے بادہ نوش (۶۰/ب)

چہ محجوبی ز شایق جانِ عالم
برون از پردہ آ مردانہ می رقص (۶۷/ب)

ماہِ من ار با طرب جلوہ نماید برقص
زھرہ بچرخِ برین باز در آید برقص (۶۸/الف)

شبِ ماہ ماھم چو خیزیدہ رقاص
بوجد آمدہ چرخ و گردیدہ رقاص "

دل بدست نازنیناں رفت حیف
در خم زلفِ پریشاں رفت حیف (۷۳/ب)

گل از باغِ وصلِ تو چیدند یاراں
ندانم چہ در دل ز من خار داری (۷۹/ب)

عزیزانہ بیگانگاں از وصالت
چرا شایق خویش را خوار داری (")

وہ بتانِ ھند کی بے وفائی کا شاکی ھے:

بتانِ ھند چو بوے وفا نمی دارند
بوند بہتر ازیں‌ھا نگارِ چین و چگل

مدہ بعشق بتاں دل ز دست خود شایق
مشو ز فتنۂ ایں قومِ بے وفا غافل (۸۲/الف)

اس کی آزاد روی ان اشعار سے بھی ظاہر ہے :

شرمندہ ام کہ سبحۂ ایمان چو شد ز دست
زنارِ کفر بہر چہ بگسیختم عبث (۵۰/ب)

چون رہ زن دینم شد جادو نگہ ات اکنون
با دعوائ اسلامم اقرار نمی باید (۵۷/الف)

از ملت و از دینم اے شیخ چہ می پرسی
نے گبرم و نے مسلم رندم بحساب الدر (۶۱/ب)

دارم بہر کسے من از ابنائے روزگار
در خوردِ اختلاطی و رندانہ بے غرض (۶۸/ب)

مزن زاہد از زہدِ بیہودہ لاف
دل از مے بکن ہمچو آئینہ صاف (۵۷/الف)

بود رندیم بہ ز زہد دروغ
کہ ناید ز رندان خلاف و گذاف (")

بہ تقوی و پرہیزگاری مناز
کہ شایق بود رند و مردِ مصاف (")

آخرِ عمر میں وہ محفل رندان سے کنارہ کش بھی نظر آتا ہے :

دلا ز محفل رندان سر گران برخیز
ز بزم ساقی بے فیض و مطربان برخیز

چہ حال است ازین ھای و ھوی بیہودہ
بسیرِ غنچہ و گل سوے گلستان برخیز

سیر گلشن کے مضامین بکثرت اور بتواتر اس کے کلام میں آتے ھیں۔ ایک پوری غزل گلستان اور فصل بہار کی مدح سرائی میں ہے :

بہار خوش و تازۂ در چمن درآمد بنوئے کہ ہر شاخ و بن
ببالد بخود از رہ فخر و ناز بہ نیرنگیٔ لالہ و نسترن
قدم رنجہ فرما سوے باغ و راغ تماشا کن از غنچہ و یاسمن
نگہ کن سوے سوسن و رنگِ گل شنو نغمۂ بلبلان کہن
(۸۷/الف)
بمدحِ گلستان و فصلِ بہار سرایند اشعارِ شیرین سخن
(۸۷/ب)

(٦) عہد پیری کا بہت سا کلام کلیات میں شامل ہے۔ جابجا کلام میں پیری کا ذکر کیا ہے:

حسرت نہ خورد شایق از بہر چہ شایق
از شیب بود بے شک ہنگامِ شباب اولیٰ (۳۷/الف)

شورِ جنونِ عشق بہ پہر کہنِ کجا
فصلِ خزاں رسید، بہار چمن کجا (۳۷/ب)

پیر شد شایق و تاہم عاشقی از سر نداد
می ندانم کے دگر بخت جواں بیند بخواب (۴۱/ب)

در غمت پشت گر دو تاے من است
آہِ پر دردِ من عصاے من است (۴۷/ب)

شایق کہ بعشق تو جواں بود ہمان است
کو در غمِ تو پیر کہن شد شدہ باشد (۵۸/ب)

چون پیر شدی شایق از لہو و لعب بگذر
رندی بشباب اندر با آز و ہوس بہتر (۶۰/ب)

دمے بشایقِ ہمدرد و خود نوای کش
بدستگیریٔ این پیرِ ناتوان برخیز (۶۳/الف)

شایقا عہد جوانی شد ز دست
حیف ایام بہاراں رفت حیف (۴۷/ب)

درآیم چوں بعشق ماہ روے با غم و دردش
دریں پیرانہ سالی شایقا طاقت کجا دارم (۸۴/الف)

شایق بدر کن از سرِ خود رندی و ہوس
افسردۂ ز شیب و نشاطِ شباب کو (۹۱/ب)

(۷) شایق جگہ جگہ اپنے کلام کی مقبولیت کا ذکر تعلی کے ساتھ کرتا ہے۔ محافلِ موسیقی میں اس کا کلام گایا جاتا تھا اور پھلتا پھولتا تھا، اور شعر خوانی کی مجالس میں بھی توجہ اور شوق سے سنا جاتا تھا، لیکن شہرۂ آفاق نہ ہونے کا شاکی بھی ہے:

شایقا خوش غزلے می خوانی
دست بر زن بہ دف و چنگ و رباب (۴۲/ب)

شایقا این غزلت شوق فزا
دردِ ہر پیر و جوان است امشب (۴۳/ب)

شایق غزلت گر بسراید لبِ بلبل
گلزار بوجد آید و ہر خار شود سرخ (۵۳/ب)

تا دادہ ام بعشقِ وے آرایش سخن
حاشا کہ تا بحشر کلامم کہن شود (۵۵/الف)

شایقانِ کلامِ نظمم را
شعر ہر بوالہوس چہ کار آید (۵۸/ب)

نظم تو بود وردِ جان و دلِ پر دردے
شایق غزلے رنگیں رندانہ چنیں باید (۵۹/الف)

شایقا نظمت بہ بزمِ مہوشانِ دلستان
از لبِ شکر فشانِ طوطیان گردد لذیذ (۵۹/ب)

شایق نبود گو بہ سخن شہرۂ آفاق
کلکش پئے تحریر روانست چہ بسیار (۶۰/ب)

خواند چو نظم شایقا گوید سفیر خوش ذکا-۱
شعرم بچرخ شاعری گر دیدہ شعرای دگر (۶۲/الف)

شایق غزلے تازۂ سر کن کہ سراید
مرغِ دلِ من همرۂ مرغانِ خوش آواز (۶۲/ب)

بذوقش کند شایق انشا غزل
کہ بلبل بگلشن سراید برقص (۶۸/الف)

مثلث بخوش کلامی شیرین زبان ندیدم
شاید بہند و ایران چین و خطا و زابل (۸۲/ب)

بسلک نظم من بنگر کہ بر طرز سخندانان
بہم الفاظ و معنی را چہ گوهر وار می بندم (۸۶/الف)

دیگر ز لبِ مطرب بشنو غزلے شایق
برخیز و بیا ساقی با بادہ و پیمانہ (۹۴/الف)

(۸) ممدوحین :

امراء اور والیان ریاست میں شایق کا ممدوحِ اول مرهٹہ سردار رگھوجی بھونسلہ سینا دوم والیٔ ناگپور (برار) ہے، جس کی فتح هوشنگ آباد پر شایق نے فارسی میں قصیدۂ فتح کہہ کر گذرانا۔ رگھوجی بھونسلہ دوم مئی ۱۷۸۸ء میں اپنے باپ مادھوجی بھونسلہ کے فوت هو جانے کے بعد ناگپور برار کا والی بنا تھا اور ۲۲ مارچ ۱۸۱۶ء کو فوت هوا۔ مرهٹوں نے هوشنگ آباد کو جو بھوپال کی عملداری میں تھا، ۱۸۰۹ء (۱۲۲۰ھ) میں فتح کیا تھا۔ غرض

۱- یہ کسی معاصر شاعر کا تخلص هوگا۔ تذکروں میں اس دور کے دو شاعر سفیر تخلص کے حامل ملتے هیں، ایک خواجہ بادشاہ سفیر لکھنوی، دوسرے جلال بخش سفیر۔

کہ شایق کا یہ قصیدہ ۱۲۲۴ھ م ۱۸۰۹ء کا ہے اور وہ اس میں مداحی کے لوازم سے خاصا عہدہ برآ نظر آتا ہے۔ وہ قصیدہ یوں شروع کرتا ہے:

سحر ز پردۂ شب چوں بروں فتاد ندا
ز سوے ہاتف غیبی چنیں رسید بما
کہ اے بخوابِ گران رفتہ بے خبر تا کے
بس آستیں بمژہ درکش و نظر بنما
کہ وقتِ طالع منصور بخت و فیروز است
زمانِ شادیٔ احباب و رنجشِ اعدا
بہ پاسخش چو پس از خیرمقدمش گفتم
بیا کہ آمدنت باد اہلا و سہلا
چہ مژدہ ایست کہ با من بایں ترانۂ خوش
مثالِ بلبلِ نو گشتہٴ سرود سرا
صلا بگوش دلم زد کہ شد ہوشنگ آباد
بدستِ صاحبِ اقبال و سرورِ والا
ازیں سروش چو برخاستم بدل گفتم
کدام صاحبِ حشمت بود دریں مبدا (۱۶/الف)
کہ ایں چنیں باو ابواب فتح مفتوح است
زہے تہمتن اقبال و خوش نصیب رسا
بہ بحر فکر بسے غوطہ و رشدم کہ مگر
بیاورم بکف از نامِ آں دُرِ یکتا
کہ ناگہ ہاتفِ غیبم نمود باز صدا
کہ سر بجیب تفکر نمودۂ تو چرا

ز نند کوس مظفر لوایٔ و منصور
بنام نامی رگھوجی بھونسلہ سینا (۱۶/ب)

اب وہ مدح کی طرف آتا ھے، لیکن یہ مدحِ غائب ھے:

مدبرے کہ نہد خلق را ز شرق و ز غرب
گہے ز لطف مسخر گہے بخوف و رجا
دلاورے کہ نہد زیں بہ پشتِ شیر عریں
پئے شکارِ وحوش ار رود سوے صحرا
کشاید ار بکمند افگنی دو بازو را
بجملۂ برد افراسیاب را از جا
بہادرے کہ ز بیم حسام او رستم
سپر گذارد و بگریزد از صفِ هیجا
کند دونیم مثال خیار بے شک و ریب
زند چو بر کمر کوہ تیغ برق آسا
ز شانٔ و شوکت و جاهش چگو نہ شرح دهم
برفعتش نرسد بسکہ فہم و ذهن و ذکا
نشیند ار بسرِ زیں سمند زهرہ جبیں
ز فخر و ناز خر آمد بجلوۂ لیلیٰ
چہ خوش خرام کوهم سوے مشرق و مغرب
رود بگرم روی زود تر ز پیک هوا (۱۶/ب)

اس کے بعد وہ مدح حاضر کی طرف متوجہ ھوتا ھے جس سے اشارہ ملتا ھے کہ شایق کو والیٔ ناگپور کے دربار تک پہنچنے کا موقع ملا ھوگا، یا کم سے کم اس کی توقع ھوئی ھوگی کہ ممدوح کے سامنے پہنچ کر قصیدہ پیش کر سکے گا۔

ز بس کہ مدح نزیبد بمضمر و غائب
ثنا بطرز مخاطب بود بسے زیبا
کنوں ز شرقِ طبیعت بر آورم مطلع
کہ مہر وار بود در صفا و در غرا
بجود و فیض تو نسبت دہم چہ حاتم را
کہ اوست جوے سخا و توی سحابِ سخا
مثالِ ذاتِ کریمِ ترا بہ ابرِ کرم
چہ بس غلط بود و بس خطا و بس بیجا
کہ او بگرید و آنکہ دهد ز قطرۂ آب
تو بس بخندی و لعل وگہر دهی بعطا
بہمترے کہ ترا شد بلند و فیض رسا
بہ بخششے کہ تو داری بہر امیر و گدا
سزد کہ دستِ تمنا بہ پیش جود تو باز
کنند قیصر و خاقاں چیں صباح و مسا (۱/۷الف)

وہ دعائیہ پر اس قصیدے کو یوں ختم کرتا ہے:
چو اختصار سخن شایقا ز طول کلام
سزیب است و بسے خوش نما منت بر دانا
کنوں سزد کہ بتابی عنان اشہب کلک
بساختتی کہ اجابت قریں بود بدعا
بود بعہدہ مریخ تا کہ خوں ریزی
ہمیسہ تیغ تو قاتع بود بروز وغا (۱/۷الف)
رسد بگوش احبّا نوید فتح تو، تا
بود بمہد زمین بے ستوں فلک برپا (۱/۷الف)

کسی "نواب عمدۃالامرا معین الملک اسعد الدولہ" کے لیے شایق نے دو قطعات "در تہنیت عیدالفطر" بھی کہے ہیں جن سے وہ کسی طور متعلق رہا ہوگا۔ یہ قطعات تہنیت یوں شروع ہوتے ہیں:

۱۔ امروز بہ من گفت سحر گاہ سروشے
برخیز کہ ایں روز چہ عید رمضان است

۲۔ صاحبا عیدِ فطر و برکاتش
بہر تو ہر سال و ماہ میموں باد

قطعاتِ تہنیت، کلیات میں تین اور بھی آتے ہیں، جو بالترتیب شب برات، عید نو روز اور عید قربان کے موقع پر کہے گئے ہیں، مگر مربیوں کے ناموں کی صراحت کے بغیر۔ ایک قطعۂ تاریخ سے جو نواب شمس الدولہ (داماد مبارک الدولہ مرشد آبادی اور برادر خورد نواب نصرت جنگ ناظم ڈھاکہ) کی والدہ کی رحلت پر اُس وقت کہا گیا ہے جب کہ نواب شمس الدولہ ڈھاکہ میں مقیم تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان سے بھی شایق کو توسل رہا ہے:

(۲)

اب ذیل میں کلیاتِ شایق کے مشمولات کا ایک تعارف پیش کیا جاتا ہے:

کلیات قصائد، مثنوی، غزلیات، رباعیات، قطعات اور قطعاتِ تاریخ پر مشتمل ہے۔ اول نو قصیدے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

فی حمد اللہ تعالیٰ: ع نور بخشِ مہر و ماہ و لولوٗ لالا ستی۔ (۴۳ شعر)

فی نعت سید المرسلین: ع عشق آمد و آورد بخود لشکر غم را۔ (۴۲ شعر)

فی مدح علی مرتضیٰ: ع آمد شبے بخواب چو آں مایہ دار فیض۔
(۴۰ شعر)

ع چو اردی بگلزار مظہر نماید۔
(۵۶ شعر)

ع در عہد من آسایش و آرام چناں است۔
(۴۳ شعر)

ع اے نورِ حق ترا نبود ہمسر آفتاب۔
(۳۷ شعر)

ع مسند آرا بحمل چوں شہ خاور باشد۔
(۳۵ شعر)

فی مدح قایم آلِ عبا: ع گلزار شد چو مظہر اردی بنو بہار۔
(۴۵ شعر)

فی شان رگھوجی بھونسلہ سینا والیٔ ناگپور (اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے)۔

قصاید کے بعد ایک مثنوی آتی ہے، جس میں حمد و نعت کے اشعار کے بعد اس عنوان کے ساتھ غازی الدین حیدر کی مدح ہے:
"در مدح بادشاہ عادل حاملِ افتخار فرمان روایان ہند و دکھن ابوالمظفر معزالدین غازی الدین حیدر شاہ زمن خلد اللہ ملکم و سلطانم و افاض علینا برّہ و احسانہ"۔

اس کے بعد سبب تالیف کی صراحت ہے:

بطبعم چو نظم سخن کرد جا　　بہ بیہودہ گوئی شدم آشنا
بہ بحر قصاید و نہر غزل　　زدم غوطہ و پر بجیب و بغل
نمودم بطرز سخن ہر کسے　　صدف ہاے رنگین و پر در بسے
ز بس فکر بر فکر رو می نمود　　سر مثنوی در دل من نبود

کہ دانستم بودم ز فکر حزیں   چہ خیزد کلام خوش و دل نشیں
و لے از پے خاطر نور عین   کہ باشد مسمي بعبدالحسین
دوسم از حکایات بس معتبر   ز روے حدیث و ز روے خبر
بکلک فصاحت کہ یارم بود   نوشتم مگر یادگارم بود
امیدم بود از زباں آوراں   کہ ہر جا کہ بینند سہوے عیاں
باصلاح کوشندو پوشند عیب   کہ باشد بنظم از فراز و نشیب

پھر عنوانات ذیل کے تحت وہ حکایات ھیں جنھیں نظم کرنے کے لیے یہ مثنوی کہی گئی ہے :

۱- حکایت ظرافت نمودن عمر و خالد ابن ولید با سید اوصیاءؑ و مخجل شدن آنہا بجواب شاہ اولیاء علیہ الثنا ۔

۲- حکایت جان بدر بردن مرد سپاھی از کار زار بسلامت و جواب دادن وے بطاعتی بلطافت و ظرافت ۔

۳- حکایت فرماں دھے کہ درپے صیدے رفتہ و بشب بسر اے دھقانے بسر بردہ و بدعاے شبینہ وے متنبہ شدہ ۔

۴- حکایت سفر نمودن حضرت مسیح با دوتن از خاصان و وانمودن معجزات غریبہ بالیشان ۔

۵- عبور نمودن با ھمراھیان از روے دجلہ بمعجزہ و ذبح نمودن مرغان و خور ردن و خورانیدان و باز زندہ کردن آنہا را بکرامات ظاھر و باھرہ ۔

۶- صحرا نوردی نمودن آنحضرت با رفیقان و طلا نمودن تودۂ ریگ را در بیابان ۔

۷- چدا شدن آنحضرت از رفیقان بدل تنگی و رفتن بسوے شہرے و فرود آمدن بخانہ بیوہ خار کشے ۔

۸- آمدن پسر بیوه هنگام شب و تناول نمودن طعام باآنحضرت از روے ادب و ظاهر ساختن دردِ تعشق۔

۹- تشفی دادن آنحضرت باآن جوان مبتلا و رهنمائی نمودن بسوئے مطلب و دعا۔

۱۰- لعل و یاقوت نمودن آنحضرت حجر و کلوخ و بردن آن مبتلا بوجہ مہر بنزد بادشاہ با رسوخ۔

۱۱- رفتن حضرت مسیح و عقد بستن آن جوان و نشستن وے بر تخت و باز گذاشتن سلطنت را باشتیاق رفقت آنحضرت و طلب حقیقت و معرفت۔

۱۲- باز آمدن آنحضرت بموضعے کہ تودۂ ریگ را طلا نموده و از رفیقان خود جدا شده۔

۱۳- تشریف آوردن حضرت مسیح بہ بیت المقدس بہ تحلیل و تسبیح و رحلت نمودن آن رفیق جدید و مغموم و محزون شدن آن رسول رب المجید علیه السلام۔

اس ایک مثنوی کے بعد کلیات میں ۲۱۱ غزلیات، کچھ رباعیات، کچھ قطعات، اور آخر میں ۲۹ قطعاتِ تاریخ ہیں۔ ان قطعاتِ تاریخ کے بعد (جو اِس کلیات کے تعارف کا سبب بنے ہیں) کلیات کا خاتمہ "فاتحہ سید الشہدا و الآئمۃ النجبا و الشہدائے کربلا علیہم الوف التحیۃ و الثنا" کے عنوان سے ایک قطعے پر ہوتا ہے جس میں ۳۴ شعر ہیں۔

(۳)

اب ان منتخب قطعات تاریخ کا ذکر کیا جاتا ہے جو کلیات کی افادیت کو بہت کچھ بڑھاتے ہیں، یا صاحبِ کلیات کے بارے میں کچھ معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔

پہلا قطعۂ تاریخ "چاہ خضر خان مرشد آبادی" کے بارے میں ہے۔ شایق نے مرشد آباد پہنچ کر اس چاہ کا پانی پیا اور یہ قطعہ کہا جس کے مادۂ تاریخ سے ۱۲۰۹ھ برآمد ہوتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اس زمانے میں وہ مرشد آباد پہنچ چکا تھا۔

کند چاہے چو چشمۂ حیوان خضر خان نیک مرد و نیک صفت
شایق آبش چو خورد و خوش بمزہ دید و شیریں بسے ز قند و نبات
گفت فی الفور وہ چہ تاریخے "آبِ چاھش بہ است ز آبِ حیات"
(۱۲۰۹ھ)

دوسرا قطعۂ تاریخ کسی نوجوان حافظ قرآن کے بارے میں ہے، جس نے حوض میں ڈوب کر وفات پائی۔

تیسرا قطعۂ تاریخ ظاہر کرتا ہے کہ شایق ۱۲۱۱ھ میں ناگپور میں تھا۔ اس کی اپنی صراحت ع "گہ بہ بنگالہ و گاھے بدکن" میں بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وطن سے نکل کر اول وہ بگال (مرشد آباد) پہنچا، وہاں سے دکن (ناگپور) اور بعد کے قطعاتِ تاریخ بتاتے ہیں کہ وہ پھر ایک بار بنگال (ڈھاکہ) پہنچتا ہے۔ یہ تیسرا قطعۂ تاریخ ناگپور کی مسجد مشابہ بکعبہ سے تعلق رکھتا ہے اور تمام و کمال یہ ہے:

بہادر زمان خان امیرے کبیرے
رضا جوی حق صالحے بے ریائی
بنا کرد مسجد مشابہ بکعبہ
منور سراسر بنور و ضیائی
کہ شب ھا ملایک نماز تہجد
گذارند و دردی بصدق و صفائی

بگویند هر دم بہ اللہ اکبر
چہ مسجد بود این چہ زیبا بنائی
ز سالش همی حسب شایق کہ ناگہ
بگوش دلش هاتفے زد ندائی
بمحراب و سقفش نظر ساز و برگو
"نباشد چو کعبہ عبادت سرائی"
(۱۲۱۱ھ)

مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے توسط سے، جو ناگپور میں قیام پذیر رہے ہیں اور پاکستان آنے سے پہلے ناگپور یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو تھے، راقم کو اس مسجد کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوئیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ یہ مسجد ناگپور کے محلہ تلسی باغ میں واقع ہے اور آج کل مسجد الف الدین کے نام سے مشہور ہے۔ مسجد کا سامنے کا بڑا دروازہ کسی قدر کعبے سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ کالے پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ مسجد کے دروازے کے سامنے جو کتبہ ہے اس پر یہ شعر کندہ ہے:

چہ خوش است این کلام آں قیوم "فادخلواالباب سجداً" مرقوم ۱۲۱۱ھ۔[۱]

اس مادۂ تاریخ (فادخلواالباب سجداً) سے جس میں حساب جمل کی ضرورت سے فادخلوا کا الف آخر تحریر اور شمار میں نہیں لایا گیا ہے سنہ ۱۲۱۱ھ برآمد ہوتا ہے اور یہی سنہ کتبے پر ہندسوں میں بھی مرقوم ہے۔ یہ شایق کے قطعۂ تاریخ سے مطابقت رکھتا ہے۔

پھر پانچ قطعاتِ تاریخ وفات آتے ہیں جو بالترتیب اہلیہ آقا

۱۔ مکتوب جناب عبدالمنان ناگپوری بنام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب، حیدرآباد سندھ، مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۴ء۔

مرزا ("بدیدۂ ہمہ عالم جہاں شدہ تاریک" ۱۲۱۵ھ)، باقر بھائی قوم بوہرہ ("دریغا" ۱۲۱۵ھ)، باپوجی قوم بوہرہ ("مہر جہاں تاب من شد ز زمن آہ آہ" ۱۲۱۷ھ)، سید حسن علی لکھنوی ("مسکن و ماوای او باد بہشت بریں" ۱۲۱۷ھ) اور سید غریب اللہ ("آہ غریب" ۱۲۰۸ھ) کی وفات پر کہے گئے ہیں۔ نواں قطعۂ تاریخ کسی شیخ بہاراللہ منیری کے بستان سرا کی تاریخ بنا ("روضۂ بہار" ۱۲۱۹ھ) ہے۔ دسواں قطعہ میر خدابخش عظیم آبادی تاریخ شادی کد خدائی ("بہم بستند عقد مہر و مہ را" ۱۲۲۴ھ) ہے۔ اس کے بعد متعدد قطعات تاریخ وفات آتے ہیں۔ ان میں، گیارھواں قطعہ "قطعہ تاریخ رحلت میرزا جان تپش شاعر ہندی" ہے جو تمام و کمال یہ ہے:

از قالب عنصر شد چوں جانِ تپش بیروں
فریاد بہجر او برخاستہ از ہر سو
با فکرِ رسا پر غم با جان و دل محزوں
می جست ہمی شایق تاریخِ وفات او
نا گاہ صدای زد با درد و بکا ہاتف
"حالا بکسوف آمد ماہے سخنِ اردو"

اس قطعے کے مادۂ تاریخ میں حساب جمل کی ضرورت سے کسرۂ اضافت کی جگہ یاے اضافت کے ساتھ "ماہے" آیا ہے "آمد" کے مد کو شمار کیے بغیر (جیسا کہ اسی شاعر نے ایک اور مادہ تاریخ میں بھی کیا ہے اور یہی تاریخ گویوں کا عام طریقہ ہے) اس قطعے کے مادۂ تاریخ سے سنہ ۱۲۳۰ھ برآمد ہوتا ہے اور یہی معین سنہ ہے جس میں طپش کی وفات ہوئی۔ کسی اور ذریعے سے یہ سنہ معلوم نہ ہونے کے سبب طپش سے متعلق مقالات اور ادبی

تاریخ وفات میرزا محمد علی لکھنوی مرثیه مغفور

به بزم کدخدائی خدابخش | تماشا و نشاطی گشت برپا
چه مطرب با دف و نی بربط و چنگ | شدی هر دم بخوبی بهجت افزا
که آمد مشتری با زهره از چرخ | به بزمش شادمان بهر تماشا
چو شائق جست سال کدخدائی | دران بزم از بر هر پیر و برنا
شنیدم مشتری با زهره میگفت | بهم بستند عقد مهر و مه را

قطعه تاریخ رحلت مرزا جان طپش شاعر هندی

از عالم عنصری شد جان طپش بیرون | در بارگه بهر او در جای بسته از هر سو
با فکر رسا عزیز با جان و دل محزون | جست بهر شائق تاریخ وفات او
ناگاه صدائی زد با درد دل هاتف | حالا بگو رفت آمد ماهی سخن اردو

ومنه قطعه تاریخ وفات حاجی بیگم مادر نواب شمس الدوله بهادر

صاحبه عالیه حاجی بیگم | پاک از رجس و کینه دامن وی

" کلیات شائق" کے ایک صفحے کا عکس

تاریخوں میں اس سلسلے میں اشتباہ چلا آتا تھا۔ شایق کا قطعہ اس اشتباہ کو پورے طور پر دور کرتا ہے۔

بارھواں قطعہ مرزا احمد علی لکھنوی کی وفات کا ہے۔ " دست او در دامن ... بود روز جزا" سے ۱۲۲۸ سنہ نکلتا ہے۔ تیرھواں قطعہ حاجی بیگم مادر نواب شمس الدولہ کی تاریخ وفات کا ہے۔ شمس الدولہ نواب مبارک الدولہ مرشد آبادی کے داماد، نواب نصرت جنگ ناظم ڈھاکہ کے برادر خورد تھے اور طپش کے مربی رہے تھے۔ نواب مبارک الدولہ کا داماد بننے کے بعد سے وہ مستقلاً مرشدآباد میں رہے اور نظامت کے کاموں میں دخیل، جس کی وجہ سے کمپنی چاھتی تھی کہ وہ مرشدآباد کا قیام ترک کردیں، یہاں تک کہ وہ بغاوت کے جرم میں فورٹ ولیم کلکتہ میں طپش کے ساتھ قید کردیے گئے۔ رھائی کے بعد ان کو پابند کیا گیا کہ ڈھاکہ میں قیام کریں۔ اس قیام ڈھاکہ کے دوران ان کی والدہ نے وفات پائی۔ چنانچہ یہ قطعۂ تاریخ جس میں سنہ وفات "قصر فردوس بشد مسکن وے" سے ۱۲۳۲ نکلا گیا ہے اور اسی کے ساتھ اگلا قطعہ کہ اس میں بھی ایک اور بحر میں "حاجی بیگم مادر نواب ممدوح" کی تاریخ ارتحال ع بگفتا "بخلد بریں جا ےوے شد" کہی گئی ہے، ظاھر کرتے ھیں کہ شایق اس خاندان سے کسی نہ کسی صورت میں توسل رکھتا تھا۔ "نواب ممدوح کی صراحت سے بھی شایق کے متوسل ھونے کی طرف اشارہ ملتا ہے اور یہ بھی کہ شایق کا اس وقت ڈھاکے میں قیام تھا۔

پھر ڈھاکے کے دیگر متعدد عمائدین کے قطعات تاریخ ارتحال آتے ھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ ھادی علی خاں (ھاتفے گفت از سر درد و بکا و ای شد ھادی علی خاں زیں جہاں ۱۲۳۳ھ)،